سورۃ الطلاق

آیاتہا ۱۲ | ۶۵ سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۹ | رکوعاتہا ۲

تمام کے قول میں یہ سورت مدنی ہے اس کی گیارہ یا بارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

"اے نبی (مکرم) (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور شمار کرو عدت کو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے، نہ نکالو انہیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ ارتکاب کریں کسی کھلی بے حیائی کا، اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور جو تجاوز کرتا ہے اللہ کی حدوں سے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے"۔

اس میں چودہ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جمع کے لفظ کے ساتھ خطاب تعظیم اور تفخیم کے لئے ہے۔ سنن ابن ماجہ میں سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دی تو وہ اپنے اہل میں آ گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اس سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ بڑی عبادت گزار اور روزے رکھنے والی ہے جنت میں بھی یہ آپ کی بیویوں میں سے ہے(1)؛ ماوردی، قشیری اور ثعلبی نے اسے ذکر کیا ہے(2)۔ قشیری نے یہ زائد ذکر کیا ہے ان کے اپنے گھر والوں کی طرف جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ نازل ہوا۔ کلبی نے کہا: اس آیت کے نزول کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ پر ناراض ہونا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے راز داری کی بات کی تھی تو حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، صفحہ 146 | 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 28

دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

سدی نے کہا: یہ آیت حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اس سے رجوع کرے پھر اسے روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حائضہ ہو اور پھر پاک ہو جائے جب وہ اسے طلاق دینے کا ارادہ کرے تو جب وہ پاک ہو تو جماع سے پہلے اسے طلاق دے دے یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کچھ لوگوں نے اسی طرح کا عمل کیا جیسا عمل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان تھے(1) یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عربی نے کہا: یہ سب اقوال اگرچہ صحیح نہیں تاہم پہلا قول زیادہ اچھا ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ایک نیا حکم شرعی بیان کرنے کے لئے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مراد آپ کی امت ہے یہ کلام دو لفظوں حاضر اور غائب میں تبدیل ہونے والی ہے۔ یہ فصیح لغت ہے جس طرح فرمایا: حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ (یونس:22) تقدیر کلام یہ ہے: یایها النبی قل لهم اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن۔ یہ ان کا قول ہے کہ خطاب تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور معنی آپ کو اور مومنین سب کو شامل ہے جب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کیا تو اس قول کے ساتھ ملاطفت فرمائی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جب خطاب لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا تو فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ (المائدہ:41) میں کہتا ہوں: اس قول کی صحت پر حضرت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ کے بارے میں عدت کا حکم بھی دلالت کرتا ہے۔ اس کے متعلق ابوداؤد کی کتاب میں ہے(2) کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق دی گئی جبکہ مطلقہ کے لئے کوئی عدت نہ تھی جب حضرت اسماء کو طلاق دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کا حکم نازل فرمایا۔ یہ وہ پہلی عورت ہیں جن کے بارے میں طلاق کی عدت کا حکم نازل ہوا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی خاطر ندا کی گئی پھر نئے سرے سے کلام کی گئی۔ فرمایا: اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ (المائدہ:90) مومنین کا ذکر تکریم کے لئے ہے۔ پھر نئے سرے سے کلام کو شروع کیا: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ (المائدہ:90)

مسئلہ نمبر2۔ ثعلبی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنّ من أبغض الحلال إلی الله الطلاق۔(3) اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال چیز میں سب سے مبغوض طلاق ہے۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: تزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتز منه العرش تم شادیاں کرو، طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش لرز جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1823　　2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 311

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث نمبر 2007، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

عورتوں کو طلاق نہ دو مگر تہمت کی وجہ سے بے شک اللہ تعالیٰ مزا چکھنے کے لئے نکاح کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں فرماتا''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''طلاق کی قسم یا اس کا مطالبہ منافق ہی کرتا ہے''(1)۔ ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام کی اسناد اپنی کتاب میں ذکر کردی ہیں۔ دارقطنی نے روایت کی ہے ابو عباس، محمد بن موسیٰ بن علی دولابی اور یعقوب بن ابراہیم دونوں حسن بن عرفہ سے وہ اسماعیل بن عیاش سے وہ حمید بن مالک لخمی سے وہ مکحول سے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر غلام آزاد کرنے سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی اور روئے زمین پر طلاق سے بڑھ کر کوئی ناپسندیدہ چیز پیدا نہیں کی۔ جب کوئی آقا اپنے مملوک کو کہے: أنت حر ان شاء اللہ وہ آزاد ہوگا کوئی استثنا نہ ہوگی جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو کہے انت طالق ان شاء اللہ تو استثناء درست ہوگی اور اسے کوئی طلاق نہ ہوگی''۔

محمد بن موسیٰ بن علی، حمید بن ربیع سے وہ یزید بن ہارون سے وہ اسماعیل بن عیاش سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں(2)۔ عثمان بن احمد دقاق، اسحاق بن ابراہیم بن سنین سے وہ عمر بن ابراہیم بن خالد سے وہ حمید بن مالک لخمی سے وہ مکحول سے وہ مالک بن مخامر سے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حلال نہیں فرمایا جو طلاق سے بڑھ کر اس کی بارگاہ میں مبغوض ہو جس نے طلاق دی اور استثنا کی تو استثنا کا اعتبار ہوگا''۔ ابن منذر نے کہا: طلاق اور آزادی میں استثنا ذکر کرنے کی صورت میں علماء نے اختلاف کیا ہے ایک طائفہ نے کہا: یہ جائز ہے۔ ہم نے یہ قول طاؤس سے روایت کیا ہے۔ حماد کوفی، امام شافعی، ابوثور اور اصحاب رائے نے یہی کہا ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کے قول میں طلاق میں استثناء جائز نہیں؛ طلاق میں یہ قتادہ کا قول ہے۔ ابن منذر نے کہا: پہلا قول میں کرتا ہوں۔

مسئلہ نمبر 3۔ دارقطنی نے عبدالرزاق کی حدیث نقل کی ہے میرے چچا وہب بن نافع عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ طلاق کی چار صورتیں ہیں دو صورتیں حلال ہیں اور دو صورتیں حرام ہیں (3)۔ جہاں تک حلال کا تعلق ہے کہ خاوند بیوی کو طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو اور اسے طلاق دے جبکہ وہ حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو۔ جہاں تک حرام کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسے طلاق دے جبکہ وہ حائضہ ہو یا جماع کرنے کے بعد اسے طلاق دے عورت کو یہ علم نہ ہو کہ اس کا رحم بچے پر مشتمل ہے یا نہیں۔

مسئلہ نمبر 4۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کتاب ابی داؤد میں حضرت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ سے روایت مروی ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق دی گئی جبکہ اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت لازم نہ تھی جب حضرت اسماء کو طلاق دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کا حکم نازل کیا۔ یہ وہ پہلی عورت تھیں جن کے بارے میں طلاق کی عدت کا حکم نازل ہوا(4)۔ یہ پہلے گزر چکا ہے۔

1۔ سنن دارقطنی، باب الطلاق والعتاق، جلد 4، صفحہ 35 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، فی عدۃ المطلقہ، جلد 1، صفحہ 311

مسئلہ نمبر 5۔ لِعِدَّتِهِنَّ یہ ارشاد اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ خاوندوں نے حقوق زوجیت ادا کیے کیونکہ غیر مدخول بہا عورتیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ اس امر سے خارج ہیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (الاحزاب: 49)

مسئلہ نمبر 6۔ جس نے ایسے طہر میں طلاق دی جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی اور اس نے سنت کو پالیا۔ اگر اس نے حائضہ عورت کو طلاق دی اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی اور اس نے سنت کی خلاف ورزی کی۔ سعید بن مسیب نے کہا: حیض کی حالت میں طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ یہ طلاق سنت کے خلاف ہے۔ شیعہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ صحیحین میں ہے جبکہ الفاظ دارقطنی کے ہیں (1)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی جبکہ وہ حالت حیض میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ فرمایا: ''پس وہ رجوع کرے پھر اسے اپنے پاس روکے رکھے یہاں تک کہ اسے نیا حیض آئے۔ یہ حیض اس حیض کے علاوہ ہو جس میں اس نے پہلے طلاق دی تھی۔ اگر مناسب سمجھے کہ اسے طلاق دے تو حیض سے پاک ہوتے ہی اسے طلاق دے دے جبکہ ابھی اس سے جماع نہ کیا ہو۔ یہی وہ طلاق ہے جس میں عدت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا''۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اسے ایک طلاق دی تھی۔ اس نے اسے طلاق شمار کیا اور حضرت عبداللہ نے اس سے رجوع کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایک ہے''۔ یہ نص ہے اور شیعہ کے قول کو رد کرتی ہے۔

مسئلہ نمبر 7۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طلاق سنت یہ ہے (2) کہ وہ طہر میں ایک طلاق دے جب اس کا آخر ہو تو یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ دارقطنی نے اعمش سے وہ ابواسحاق سے وہ ابواحوص سے وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے کہا: طلاق سنت وہ ہے جو سات شرطوں کو جامع ہو (3)۔

(1) وہ ایک طلاق دے، ایسی عورت ہو جس کو حیض آیا ہو، وہ حالت طہر میں ہو، اس طہر میں خاوند نے اس سے حقوق زوجیت ادا نہ کیے ہوں، اس سے پہلے حیض میں طلاق نہ دی گئی ہو، نہ اس کے پیچھے ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جو اس حیض کے بعد آئے۔ وہ حیض سے خالی ہو۔ یہ سات شرطیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہیں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ امام شافعی نے کہا: طلاق سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں طلاق دے۔ اگر اس نے ایک طہر میں تین طلاقیں دیں تو وہ بدعت نہ ہوں گی۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: طلاق سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ امام شعبی نے کہا: اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس بیوی سے جماع کیا ہوا ہو۔ ہمارے علماء نے کہا: وہ اپنی بیوی کو ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو اور نہ ہی عدت میں بعد میں طلاق ہو اور طہر اس حیض کے بعد نہ ہو جس

1۔ سنن دارقطنی، باب الطلاق، جلد 4، صفحہ 6
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 5
3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1825

خاوند نے بیوی کو طلاق دی ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے(1): ''اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر اسے حیض آئے پھر اس کا طہر شروع ہو۔ پھر چاہے تو اسے روکے رکھے اور چاہے تو اسے طلاق دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے''۔ امام شافعی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔ یہ ہر طلاق میں عام ہے۔ وہ ایک ہو، دو ہوں یا زیادہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں زمانہ کی رعایت کی ہے اور عدد کا اعتبار نہیں کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اسی طرح ہے اس میں وقت کی تعلیم دی، عدد کا ذکر نہیں کیا۔ ابن عربی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے غفلت ہے۔ فرمایا: اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرلے۔ یہ تین طلاقوں کے وقوع کا انکار کرتا ہے۔ حدیث طیبہ میں ہے: عرض کی: بتایئے اگر وہ اسے تین طلاقیں دے دے؟ فرمایا: ''وہ تجھ پر حرام ہو جائے گی اور تجھ سے معصیت کے ساتھ جدا ہو جائے گی''۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: آیت کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاقیں اور ایک طلاق برابر ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ اگر اس کے بعد یہ ارشاد نہ ہوتا: لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا یہ تین طلاقوں کے اس آیت کے ضمن میں داخل ہونے کے مانع ہے، اکثر علماء نے یہی کہا ہے۔ جہاں تک امام مالک کا تعلق ہے آپ پر آیت کا مطلق ہونا مخفی نہیں جس طرح علماء نے کہا لیکن حدیث نے اس کی تفسیر بیان کی جس طرح ہم نے کہا۔ جہاں تک امام شعبی کے قول کا تعلق ہے آپ ایسے طہر میں طلاق کو جائز قرار دیتے ہیں جس میں اس نے جماع کیا ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اپنی نص اور معنی کے ساتھ اس کا رد کرتی ہے جہاں تک نص کا تعلق ہے ہم اس کا پہلے ذکر کر چکے ہیں جہاں تک معنی کا تعلق ہے کیونکہ جب یہ حیض کی حالت میں طلاق کے مانع ہے کیونکہ اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا جاتا تو وہ طہر جس میں جماع کیا گیا ہو وہ طلاق کے بدرجہ اولیٰ مانع ہوگا کیونکہ اس کو شمار کرنے کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم کے مشغول ہونے کا خوف ہوتا ہے اس طرح وہ حیض جو اس کے بعد آتا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام شافعی نے تین طلاقوں کو ایک ہی کلمہ سے واقع کرنے کا جو استدلال کیا ہے وہ اس حدیث سے ہے جسے امام دار قطنی نے سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الرحمان سے اور وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں(2) کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف نے اپنی بیوی کو طلاق دی جس کا نام تماضر بنت اصبغ کلبیہ تھا۔ یہی ام ابی سلمہ تھی۔ آپ نے ایک کلمہ کے ساتھ اسے تین طلاقیں دیں ہمیں ایسی خبر نہیں پہنچی جس میں یہ تذکرہ ہو کہ صحابہ نے ان پر عیب لگایا ہو۔ سلمہ بن ابی سلمہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت حفص سے جدا کر دیا۔ ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عیب لگایا ہو۔ اور حضرت عویمر عجلانی کی حدیث سے استدلال کیا جب انہوں نے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اسے تین طلاقیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ ہمارے علماء نے اس

1۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، جلد 2، صفحہ 790 2۔ سنن دار قطنی، باب الطلاق، جلد 4، صفحہ 12

سے الگ رائے قائم کی ہے اور بہت اچھے انداز میں رائے قائم کی ہے، اس کی وضاحت کسی اور جگہ ہے۔ ہم نے اس کا ذکر المقتبس من شرح مؤطا مالک بن انس میں کیا ہے۔ سعید بن مسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا نقطہ نظر ہے جس نے طلاق میں سنت کی خلاف ورزی کی اور اسے حیض میں واقع کیا یا تین طلاقیں اکٹھی دیں تو وہ واقع (1) نہ ہوں گی اور انہوں نے اسے اس آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کو طلاق سنت کا وکیل بنایا گیا اور اس نے مخالفت کی۔

مسئلہ نمبر 8۔ جرجانی نے کہا: لِعِدَّتِهِنَّ میں لام، فی کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (الحشر: 2) لِاَوَّلِ الْحَشْرِ یعنی فی اول الحشر ہے۔ لِعِدَّتِهِنَّ کا قول فی عدتهن کے معنی میں ہے۔ یعنی ایسے زمانہ میں جوان کی عدت کے شمار کرنے کے مناسب ہو۔ اس پر اجماع ہے کہ حیض میں طلاق ممنوع ہے اور طہر میں اس کی اجازت ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ قرء سے مراد طہر ہے۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے: فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا معنی ہے فی قبل عدتهن یا لقبل عدتهن یعنی اس کے ابتدائی حصہ میں اور یہ حالت طہر میں ہوگا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت ہے جس طرح صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: قبل العدۃ سے مراد طہر کا آخری حصہ ہے یہاں تک کہ قرء سے مراد حیض ہوگا۔ اسے کہا جائے گا: امام مالک کی یہ واضح دلیل ہے اور جس نے بھی آپ جیسا قول کیا کہ اقراء سے مراد طہر ہیں۔ اگر مراد وہ ہوتی جو ائمہ احناف کہتے ہیں اور جو ان کی پیروی کرتے ہیں تو ضروری تھا کہ یہ قول کہا جاتا: جس نے طہر کے شروع میں طلاق دی تو اس عورت کو حیض سے پہلے طلاق نہ ہوگی کیونکہ ابھی حیض کا آغاز ہونے والا نہیں نیز حیض کا آنا حیض کے داخل ہونے کے ساتھ ہوتا ہے اور طہر کے ختم ہونے کے ساتھ حیض کا آنا متحقق نہیں ہوتا۔ اگر کسی شی کا آنا اس کی ضد کے ادبار کے ساتھ ہو تو روزے دار سورج کے غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے والا ہو کیونکہ رات دن کے پلٹنے کے ساتھ آنے والی ہوتی ہے ابھی دن ختم نہیں ہوتا پھر جب اس نے طہر کے آخر میں طلاق دی تو باقی ماندہ طہر قرء ہوگا۔ بعض طہر کو بھی قرء کہتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرہ: 197) وہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کا کچھ حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (البقرۃ: 203) وہ دوسرے دن کے بعض میں کوچ کرآتا ہے۔ یہ بحث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 9۔ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ یہاں مراد مدخول بہا ہے (2) کیونکہ جس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہ کیے گئے ہوں اس پر عدت لازم نہیں ہوتی۔ اگر اس نے تین طلاقوں سے کم طلاقیں دی ہیں تو عدت کے ختم ہونے سے قبل رجوع کر سکتا ہے بعد میں وہ ایک دعوت نکاح دینے والے کی طرح ہوگا۔ اگر تین طلاقیں دی گئی ہوں تو کسی اور خاوند کے بعد ہی وہ عورت اس سابقہ خاوند پر حلال ہوگی۔

مسئلہ نمبر 10۔ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اس کا معنی ہے اسے یاد رکھو (3) یعنی اس وقت کو یاد رکھ جس میں طلاق واقع ہوئی

1۔ یہ قول قابل توجہ نہیں کیونکہ جب صریح احادیث سے ثابت ہے کہ تین طلاقیں دی گئی تو انہیں تسلیم کیا گیا جس طرح اسی بحث میں روایات گزر چکی ہیں تو اس اجتہاد کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 29

3۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1826

یہاں تک کہ جب یہ جدا ہو جائے اس شرط کی وجہ سے جس کو ذکر کیا گیا وہ تین قرء ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرۃ:228) اب وہ ان مردوں کے لیے حلال ہے جو اس سے نکاح کرنا چاہیں۔ یہ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ عدت تین طہر ہیں، حیض عدت نہیں اس کی تاکید اور تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کرتی ہے: لقبل عدتھن کسی شی کا قبل لغت اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا جز ہوتا ہے۔ استقبالہ کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ یہ اس چیز کا غیر ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر 11۔ احصاء کے امر کا مخاطب کون ہے (1)؟ اس میں تین قول ہیں۔ ۱۔ وہ خاوند ہیں۔ ۲۔ بیویاں ہیں۔ ۳۔ مسلمان ہیں۔ ابن عربی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ اس لفظ کے مخاطب ازواج ہیں کیونکہ طَلَّقْتُمُ، اَحْصُوا اور لَا تُخْرِجُوْهُنَّ کی ضمیریں ایک ہی نظم میں ہیں۔ ازواج کی طرف لوٹ رہی ہیں لیکن بیویاں خاوند کے ساتھ لاحق ہو کر اس میں داخل ہیں کیونکہ خاوند ہی شمار کرتا ہے تاکہ وہ رجوع کرے، اس کو نان ونفقہ دے یا اسے ختم کرے، وہ اسے رہائش دے یا گھر سے نکالے، اس کے نسب کو لاحق کرے یا اسے قطع کرے۔ یہ تمام امور اس کے اور بیوی کے درمیان مشترک ہیں ان کے علاوہ میں عورت مرد سے منفرد ہے اسی طرح حاکم بھی عدت کو شمار کرنے کا محتاج ہوتا ہے تاکہ وہ فتویٰ دے اور اس میں جھگڑا واقع ہو تو وہ فیصلہ کرے یہ اس احصاء کے فوائد ہیں جس کا حکم دیا گیا۔

مسئلہ نمبر 12۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ اللہ جو تمہارا رب ہے اس سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ خاوند کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب تک عورت عدت میں ہو تو اسے اس گھر سے نکالے جس گھر میں وہ حالت نکاح میں رہ رہی تھی۔ وہ خاوند کے حق کی وجہ سے بھی نہیں نکلے گی ہاں ظاہر ضرورت کی بنا پر وہ نکل سکتی ہے۔ اگر وہ اس گھر سے نکلے گی تو وہ گناہگار ہوگی اور عدت ختم نہ ہوگی۔ اس مسئلہ میں وہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی تھی یا جسے طلاق بائنہ دی گئی تھی، برابر ہیں۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے تاکہ مرد کے پانی کی حفاظت ہو سکے۔ اسی وجہ سے بیوت کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب:34) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (الاحزاب:33) یہ رہائش رکھنے کی اضافت ہے، تملیک کی اضافت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ تقاضا کرتا ہے کہ یہ خاوندوں پر لازم ہے اور وَلَا يَخْرُجْنَ یہ بیویوں پر لازم ہے۔ حدیث صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی کھجوروں کو کاٹے (2)۔ ایک آدمی نے اسے باہر نکلنے پر جھڑکا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں تو اپنے کھجور کے درخت کاٹ! ممکن ہے تو کوئی صدقہ کرے یا کوئی نیکی کا عمل کرے“۔ اسے امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور لیث کے اقوال کی دلیل ہے کہ معتدہ عورت دن کے وقت اپنے کام کاج کے لیے باہر نکل سکتی ہے۔ رات کے وقت اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ امام مالک کے نزدیک خواہ اسے طلاق رجعی دی گئی ہو یا طلاق بائنہ

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1826

2۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 486

دی گئی ہو۔ امام شافعی نے اس عورت کے بارے میں کہا: جسے طلاق رجعی دی گئی تھی وہ نہ دن کے وقت نکلے اور نہ رات کے وقت نکلے جسے طلاق بائنہ دی گئی ہو وہ دن کے وقت نکل سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ حکم اس عورت کے لیے ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو جہاں تک مطلقہ کا تعلق ہے وہ نہ رات کو اور نہ ہی دن کو نکل سکتی ہے جبکہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوعمرو بن حفص، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف نکلے (1)۔ انہوں نے اپنی بیوی حضرت فاطمہ بنت قیس کو طلاق بھیج دی جو باقی تھی اس کے لیے حضرت حارث بن ہشام اور حضرت عباس بن ربیعہ کو اس کے نفقہ کے بارے میں حکم دیا۔ دونوں نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! تیرے لیے کوئی نفقہ نہیں مگر اس صورت میں کہ تو حاملہ ہو۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان کا قول ذکر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرے لیے کوئی نفقہ نہیں''۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔ عرض کی: یارسول اللہ کہاں؟ فرمایا: ''ابن ام مکتوم کے ہاں''۔ وہ نابینا تھے۔ وہ اپنے کپڑے وہاں اتار لیتی اور وہ اسے دیکھ نہ پاتے۔ جب اس کی عدت گزر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح حضرت اسامہ بن زید سے کر دیا۔ مروان نے قبیصہ بن ذویب کو حضرت فاطمہ کی طرف بھیجا کہ اس سے حدیث پوچھے تو حضرت فاطمہ نے اسے حدیث بیان کی۔ مروان نے کہا: ہم نے یہ حدیث صرف ایک عورت سے سنی ہے۔ ہم اسی میں احتیاط وحفاظت پاتے ہیں جس پر ہم نے لوگوں کو پایا ہے۔ جب مروان کا قول حضرت فاطمہ کو پہنچا تو اس نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان قرآن حکم ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ کہا: یہ حکم اس عورت کے بارے میں ہے جس کے بارے میں خاوند کو رجوع کا حق ہو۔ تین طلاقوں کے بعد کیا امر وقوع پذیر ہوگا؟ تم کیسے کہتے ہو: اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں؟ جب وہ حاملہ نہ ہو تو پھر تم اسے کیوں گھروں میں محبوس رکھتے ہو؟ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ آیت گھر سے نکالنے اور گھر سے نکلنے کی حرمت صرف طلاق رجعی کی صورت میں ہے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ نے استدلال کیا ہے کہ وہ آیت جو اس کے بعد ہے وہ مطلقہ رجعیہ کی نہی کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے کیونکہ امکان ہے کہ جس نے طلاق دی ہے عدت کے اندر وہ رجوع کے بارے میں رائے بنائے گویا وہ ہر وقت اپنے خاوند کے زیر تصرف ہے جہاں تک اس عورت کا تعلق ہے جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو تو اس کے لیے کوئی امکان موجود نہیں جب اسے کوئی مجبوری ہو کہ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے یا اسے اسی گھر میں بے پردگی کا خوف لاحق ہو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی۔

مسلم شریف میں ہے حضرت فاطمہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں (2)، مجھے خوف ہے کہ وہ بغیر اجازت مجھ پر داخل ہو جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو حضرت فاطمہ وہاں سے منتقل ہو گئیں۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ ایک الگ تھلگ مکان میں تھیں تو اس کے ایک طرف ہونے کی وجہ سے ان کے بارے میں خوف لاحق تھا اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت دی (3)۔ یہ تمام

1۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 484
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 485
3۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب قصۃ فاطمۃ بنت قیس، جلد 2، صفحہ 802

روایات احناف کے قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت فاطمہ کی حدیث میں ہے: ان کے خاوند نے انہیں ایک طلاق بھیج دی جو ان کی طلاق باقی ماندہ تھی۔ یہ امام مالک کے حق میں دلیل ہے اور امام شافعی کے خلاف دلیل ہے۔ یہ سلمہ بن ابی سلمہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے جو انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہ حضرت حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دیں جس طرح پہلے گزر چکا ہے (1)۔

مسئلہ نمبر 13۔ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ حضرت ابن عباس، حضرت حسن بصری، حضرت شعبی اور مجاہد نے کہا: بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ سے مراد بدکاری ہے۔ اسے گھر سے نکالا جائے گا اور اس پر حد جاری کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس اور امام شافعی سے مروی ہے: اس سے مراد سسرالی رشتہ داروں پر بدزبانی کرنا ہے۔ پس ان کے لیے حلال ہے کہ اسے گھر سے نکال دیا جائے۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کے بارے میں کہا: وہ ایک ایسی عورت تھی جو اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بدکلامی کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ گھر سے منتقل ہو جائے۔ ابو داؤد کی کتاب میں ہے سعید نے کہا: وہ ایسی عورت تھی جس نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا وہ بڑی باتونی تھی (2)۔ اسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں رکھا گیا جو نابینا تھے۔ عکرمہ نے کہا: حضرت ابی کے مصحف میں ہے اِلَّآ اَنْ یفحشن علیکم اس کی تائید یہ روایت کرتی ہے کہ محمد بن ابراہیم بن حارث نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا: اللہ سے ڈر تو خوب جانتی ہے کہ تجھے کیوں گھر سے نکالا گیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے: فاحشہ سے مراد ہر معصیت ہے جس طرح بدکاری، چوری اور گھر والوں کے ساتھ بدکلامی؛ یہ طبری کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ حضرت ابن عمر اور سلامی سے مروی ہے: فاحشہ سے مراد عورت کا گھر سے نکلنا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی اِلَّآ اَنْ یاتین بفاحشة مبینة بخروجھن من بیوتھن بغیر حق یعنی اگر وہ نکلے گی تو وہ نافرمانی کرے گی۔ قتادہ نے کہا: فاحشہ سے مراد نشوز و نافرمانی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے نشوز کی وجہ سے خاوند اسے طلاق دے تو وہ اپنے گھر سے نکل جائے۔ ابن عربی نے کہا: جس نے کہا: خروج زنا کی وجہ سے ہے تو اس کی کوئی وجہ دلیل نہیں کیونکہ اس خروج و نکلنے سے مراد قتل اور اس کو معدوم کرنا ہوتا ہے (3)۔ یہ حلال و حرام میں مستثنیٰ نہیں۔ جس نے کہا: اس سے مراد بدکلامی ہے تو اس کی وضاحت حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں آ چکی ہے۔ جس نے کہا: اس سے مراد معصیت ہے تو یہ وہم ہے کیونکہ غائب ہونا اور اس جیسی معصیت نہ نکالنے کو مباح کرتی ہے اور نہ ہی نکلنے کو مباح کرتی ہے۔ جس نے کہا: مراد بغیر حق کے نکلنا ہے تو یہ صحیح ہے، تقدیر کلام یہ ہے لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن شرعا الا أن یخرجن تعدیا۔

مسئلہ نمبر 14۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ احکام جن کو واضح کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احکام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے تجاوز سے منع کیا ہے۔ جس نے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے آپ کو ہلاکت کے گھاٹ پر وارد کیا۔

1۔ سنن دار قطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 12
2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 313
3۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1836

لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا۝ یعنی وہ امر جو اللہ تعالیٰ پیدا فرمادے گا۔ اس سے مراد ہے اس کے دل میں بغض کی بجائے محبت، اعراض کی بجائے رغبت اور طلاق کے پختہ عزم کی بجائے شرمندگی پیدا فرمادے گا تو وہ اس سے رجوع کرے گا۔ تمام مفسرین نے کہا: یہاں امر سے مراد رجوع میں رغبت پیدا کرنا ہے۔ پہلے یہ قول گزر چکا ہے۔ ایک طلاق پر برانگیختہ کا اور تین طلاقوں سے نہی کرنا مقصود ہے کیونکہ جب وہ تین طلاقیں دے چکے گا تو فراق پر شرمندگی کے وقت اور رجوع میں رغبت کے وقت اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا اور رجوع کی کوئی صورت نہیں پائے گا۔ مقاتل نے کہا: بَعۡدَ ذٰلِکَ یعنی ایک طلاق اور دو طلاقوں کے بعد۔ امر یعنی رجوع کرنا اس قول میں کوئی اختلاف نہیں۔

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّ اَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۙ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ۝ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ‌ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا‏ ۝۳

''تو جب وہ پہنچنے لگیں اپنی معیاد کو تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ یا جدا کر دو انہیں بھلائی کے ساتھ اور گواہ مقرر کر لو دو معتبر آدمی اپنے میں سے اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو، ان باتوں سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر اور جو خوش بخت ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے، بنا دیتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، مقرر کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ''۔

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ جب وہ عدت کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں (1) جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ (البقرۃ:231) یعنی عدت کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں۔ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ، معروف طریقہ سے مراجعت ہے۔ مقصد تکلیف دینے کے لیے رجوع کرنا نہ ہو کہ عدت کو طویل کیا جائے بلکہ مقصود دلچسپی ہو جس طرح سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ ان کی عدت ختم ہو جائے تو وہ اپنی ذاتوں کے مالک بن جائیں۔ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ میں ایسی دلیل موجود ہے جو اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ عدت کے ختم ہونے میں قول عورت کا معتبر ہوگا جب وہ اس کا دعویٰ کرے جیسا کہ ہم نے سورۂ بقرہ میں آیت 228، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنۡ يَّكۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىۡۤ اَرۡحَامِهِنَّ کے ضمن میں بیان کر دیا ہے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 30

وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ میں چھ مسائل ہیں:

طلاق پر گواہ بنانا

مسئلہ نمبر 1۔ وَّ اَشْهِدُوْا طلاق پر گواہ بنانے کے بارے میں امر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رجوع میں گواہ بنانے کا حکم ہے (1)۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں رجوع سے مراد رجعت کی طرف رجوع ہے، طلاق کی طرف رجوع نہیں۔ اگر اس نے گواہ بنائے بغیر رجوع کیا تو رجعت کے صحیح ہونے میں فقہاء کے دو قول ہیں (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رجعت اور جدائی دونوں پر گواہ بنانے کا حکم ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک گواہ بنانا مستحب ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ (البقرۃ: 282)

امام شافعی کے نزدیک رجعت میں واجب ہے اور فرقت میں مستحب ہے۔ گواہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ دونوں میں باہم انکار کی صورتحال پیدا نہ ہو اور طلاق کے بعد اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے تہمت نہ لگائی جائے اور ایک کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا اس بات کا دعویٰ نہ کرے کہ وہ میت کا وارث ہے کیونکہ عقد نکاح باقی ہے۔

رجوع کے طریقے

مسئلہ نمبر 2۔ اکثر علماء کے نزدیک رجعت پر گواہ بنانا مستحب ہے جب وہ جماع کرے، بوسہ لے یا مباشرت کرے تو اس سے رجعت مراد ہوگی۔ وہ رجعت کا زبانی اظہار کرے اور رجعت کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو امام مالک کے نزدیک رجوع کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ اس صورت میں رجوع کا ارادہ نہ کرے تو رجوع کرنے والا نہیں ہوگا۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا: جب اس نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا، مباشرت کی یا چھوا تو یہ رجعت ہوگی۔ علماء نے کہا: فرج کو دیکھنا یہ بھی رجعت ہے۔ امام شافعی اور ابو ثور نے کہا: جب اس نے زبانی رجوع کیا تو یہ رجعت ہوگی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا وطی کرنا ہر حال میں رجوع ہے۔ اس نے رجعت کی نیت کی یا نہ کی۔ امام مالک کے ایک طائفہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام لیث بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام مالک کہا کرتے تھے: جب اس نے وطی کی اور رجعت کی نیت نہ کی تو یہ وطی فاسد ہوگی، دوبارہ اس وقت تک وطی نہ کرے جب تک ماء فاسد سے رحم پاک نہ ہو جائے۔ پہلی رجعت کے باقیماندہ حصہ میں اسے رجوع کا حق ہے، اس استبراء میں اس کو رجعت کا حق نہیں۔

رجعت میں گواہی کی حیثیت

مسئلہ نمبر 3۔ امام احمد کے دو قولوں میں سے ایک میں رجعت میں گواہ بنانا واجب ہے۔ امام شافعی بھی کہتے ہیں: کیونکہ امر کا ظاہر اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام شافعی دوسرے قول میں فرماتے ہیں: رجعت کو قبول کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے گواہ بنانے کی ضرورت نہیں جس طرح دوسرے حقوق ہوتے ہیں خصوصاً جب کفارہ کے ذریعے ظہار کو ختم کیا جائے (3)۔ ابن عربی نے کہا: امام شافعی کے اصحاب نے رجعت میں گواہ بنانے کے وجوب کا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 30 2۔ ایضاً 3۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1835

ذکر کرتے ہوئے کہا: خاوند کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا جس نے کل رجوع کیا تھا اور آج رجعت کے اقرار پر گواہ بناتا ہوں جس نے رجعت کے لیے گواہ بنانا شرط قرار دیا ہے اس کے نزدیک اس کے بغیر رجعت صحیح نہ ہوگی (1)۔ یہ قول فاسد ہے اور اس امر پر مبنی ہے کہ رجعت میں گواہ بنانا امر تعبدی ہے۔ ہم اس میں اور نکاح میں تسلیم نہیں کرتے کہ ہم یہ کہیں یہ باہم مضبوطی کا محل وقوع ہے یہ اقرار میں موجود ہے جس طرح انشاء میں موجود ہے۔

عدت گزرنے کے بعد دوران عدت رجوع کے بارے میں بتانا

مسئلہ نمبر4۔ جس نے عدت گزرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ اس نے عدت میں رجوع کر لیا تھا اگر عورت نے اس کی تصدیق کر دی تو رجوع جائز ہو جائے گا اور اگر وہ انکار کر دے تو وہ قسم اٹھائے گی۔ اگر مرد نے گواہ پیش کر دیئے کہ خاوند نے عدت میں رجوع کر لیا تھا اور عورت کو علم نہ ہوا تو عورت کی جہالت اس میں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ وہ اس خاوند کی بیوی ہی رہے گی۔ اگر اس عورت نے کسی اور مرد سے شادی کر لی اور ابھی تک نئے خاوند نے اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہ کیے تھے تو پہلا خاوند رجوع پر گواہیاں پیش کر دے تو اس بارے میں امام مالک سے دو روایتیں ہیں۔ ا۔ پہلا خاوند اس کا زیادہ حقدار ہے۔ ۲۔ دوسرا خاوند اس عورت کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر دوسرے خاوند نے اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کر لیے تھے تو پہلے خاوند کے لیے کوئی صورت نہ رہے گی۔

گواہ مرد ہوں گے

مسئلہ نمبر5۔ ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ حضرت حسن بصری نے کہا: مراد مسلمان ہیں (2)۔ قتادہ سے مروی ہے: تم میں سے جو آزاد ہیں یہ اس امر کو واجب کرتی ہے کہ گواہی جو رجوع کے بارے میں ہو وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں کیونکہ ذوی کا لفظ مذکر ہے اسی وجہ سے ہمارے علماء نے کہا: اموال کے علاوہ میں عورتوں کی گواہی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ یہ بحث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

گواہی میں تبدیلی جائز نہیں

مسئلہ نمبر6۔ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے گواہی صحیح طریقہ سے دو جب گواہی کی ضرورت ہو اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے۔ سورۂ بقرہ میں اس کی وضاحت وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ کے تحت گزر چکی ہے۔

ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ یہاں یوعظ، یرضی کے معنی میں ہے مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ جہاں تک غیر مومن کا تعلق ہے تو وہ ان نصیحتوں سے نفع حاصل نہیں کرتا۔

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: جو آدمی تین یا ہزار طلاق دیتا ہے کیا اس کے لیے کوئی راہ ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی (3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام شعبی اور ضحاک نے کہا: یہ

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1835 2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 169 3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 555

طلاق میں خاص ہے یعنی جس نے اس طریقہ سے طلاق دی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا تو عدت کے اندر اس کے لیے خلاصی کی کوئی صورت ہوگی اور عدت کے بعد اس کی حیثیت ایک دعوت نکاح دینے والے کی حیثیت ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا سے مراد ہے دنیا و آخرت میں اسے وہ کرب سے نجات عطا فرمائے گا(1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مخرج سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جو رزق دیا ہوگا اس پر اسے قناعت عطا کرے گا؛ یہ علی بن صالح کا قول ہے۔ کلبی نے کہا: جو مصیبت کے وقت صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا آگ سے جنت کی طرف جانے کا کوئی راہ بنا دے گا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس سے اسے منع کیا ہے اس سے نکلنے کی کوئی راہ بنا دے گا۔ ابو العالیہ نے کہا: ہر شدت سے نکلنے کی کوئی راہ بنا دے گا(2)۔ ربیع بن خثیم نے کہا: یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ہر ایسی شی سے نکلنے کی راہ بنا دے گا جو لوگوں کے لیے تنگی کا باعث ہو۔ حسین بن فضل نے کہا: جو فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ عقوبت سے بچنے کی کوئی راہ بنا دے گا۔

وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اللہ تعالیٰ اسے ثواب عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان تک نہ تھا یعنی جو اسے دیا ہے اس میں برکت رکھ دے گا۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا: جو اتباع سنت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ بدعتیوں کی عقوبت سے اسے محفوظ رکھے گا اور ایسے طریقہ سے جنت عطا فرما دے گا جہاں سے اس کا گمان تک نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جو رزق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ کفایت کے ساتھ اس کے لیے کوئی راہ پیدا فرما دے گا۔ عمر بن عثمان صوفی نے کہا: جو حدود پر رک گیا، معاصی سے اجتناب کرتا رہا، اللہ تعالیٰ اسے حرام سے حلال کی طرف، تنگی سے وسعت کی طرف اور جہنم سے جنت کی طرف نکالے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے امید ہی نہ تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد رزق میں برکت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا: جو آدمی اپنے ارد گرد اور اپنی قوت سے برات کا اظہار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی مدد کے ساتھ اس کے لیے ان چیزوں سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے جن کا اس نے اسے مکلف بنایا تھا۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت مسروق نے آیت کی تاویل عموم کے ساتھ کی ہے۔ حضرت ابو ذر نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اسے پکڑ لیں تو وہ انہیں کافی ہو جائے''(3) پھر اس آیت کی تلاوت کی۔ آپ لگاتار اسے پڑھتے رہے اور اس کا اعادہ کرتے رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا، فرمایا: ''دنیا کے شبہات، موت کی سختیوں اور یوم قیامت کی شدائد سے کوئی راہ پیدا فرما دے گا''۔

اکثر مفسرین نے کہا: جو ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی کے حق میں نازل ہوئی۔ کلبی نے ابو صالح سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 402 2۔ ایضاً

3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 556۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب الورع والتقوی، حدیث نمبر 4209، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

میں حاضر ہوئے، عرض کی: یارسول اللہ! میرے بیٹے کو دشمنوں نے قید کرلیا ہے اور اس کی ماں جزع فزع کر رہی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی کے حق میں نازل ہوئی (1)۔ مشرکوں نے ان کے بیٹے کو قید کرلیا جسے سلام کہتے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاقہ کی شکایت کی۔ عرض کی: دشمن نے میرے بیٹے کو قید کرلیا ہے اور اس کی ماں جزع فزع کرتی ہے، آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کو۔ میں تجھے اور اسے حکم دیتا ہوں کہ تم دونوں کثرت سے لاحول ولا قوۃ الہ باللہ پڑھا کرو''۔ حضرت عوف اپنے گھر کی طرف لوٹے اور اپنی بیوی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تجھے یہ حکم دیا ہے کہ کثرت سے لاحول ولا قوۃ الہ باللہ پڑھا کریں۔ ان کی بیوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتنی اچھی بات کا حکم دیا ہے۔ وہ دونوں پڑھنے لگے۔ دشمن ان کے بیٹے سے غافل ہوا، اس نے ان کے ریوڑ کو ہانکا اور اسے اپنے باپ کے پاس لے آیا۔ یہ چار ہزار بکریاں تھیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام بکریاں انہیں دے دیں (2)۔ ایک روایت میں ہے: وہ آیا اور اس نے دشمنوں کے اونٹ پائے جبکہ وہ فقیر تھا۔ کلبی نے کہا: اس نے پچاس اونٹ پائے تھے۔ ایک روایت میں ہے: اس کا بیٹا قید سے نکل آیا اور قوم کی اونٹنی پر سوار ہوا، راستہ میں ان کے جانوروں کے پاس سے گزرا جو چر رہے تھے تو ان سب کو ہانک لیا۔ مقاتل نے کہا: اس نے ریوڑ اور سامان پایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میرا بیٹا جو مال لایا ہے کیا میں اسے کھا سکتا ہوں۔ فرمایا: ''ہاں'' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت حسن بصری نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تمام تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے ناطہ جوڑ لیا، اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو دنیا کی طرف اپنی تمام توجہات کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد کر دیتا ہے'' (3)۔ زجاج نے کہا: جب وہ تقویٰ اختیار کرتا ہے، حلال کو ترجیح دیتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ اگر وہ تنگ دست ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کثرت سے استغفار کی۔ اللہ تعالیٰ ہر غم سے اس کے لیے کشادگی پیدا فرما دیتا ہے۔ ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا فرما دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہ تھا'' (4)۔

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جس نے اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرے، معاصی سے اجتناب کرے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے ایسا اجر عطا فرمائے گا جو اس کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں دنیا کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ توکل

1۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ 225 2۔ تفسیر طبری 3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 170

4۔ سنن ابی داود، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر 1297۔ سنن ابن ماجہ، باب الاستغفار، حدیث نمبر 3808، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

کرنے والا کبھی دنیا میں پکڑ لیا جاتا ہے اور اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ مسروق نے کہا: اس کے ہر امر کو پورا کرنے والا ہے جس میں اس نے توکل کیا تھا اور جس میں توکل نہیں کیا تھا مگر جس میں اس نے توکل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کو اجر عظیم سے نوازتا ہے (1)۔ عام قرأت بالغٌ ہے۔ امرہ منصوب ہے عاصم کی قرأت بالغُ امرہٖ ہے یعنی مضاف مضاف الیہ ہے۔ مفضل نے بالغاً امرہ قرأت کی ہے، اس طریقہ پر قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ، ان کی خبر ہے اور بالغاً حال ہے۔ داؤد بن ابی نے بالغٌ کی وجہ سے امرہ مرفوع پڑھا ہے اور مفعول بہ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی بالغ امرہ ما اراد۔

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۝ تنگی اور خوشحالی میں سے ہر ایک کے لیے وقت مقرر کر دیا ہے جہاں پہنچ کر وہ ختم ہو جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: قَدْرًا یہ تقدیرا کے معنی میں ہے۔ سدی نے کہا: اجل اور عدت میں حیض کو مقدر کیا (2)۔ عبداللہ بن رافع نے کہا: جب وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فرمایا: ہم جب اس پر توکل کرتے ہیں تو جو کچھ ہمارا ہوتا ہے ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں، ہم اس کی حفاظت نہیں کرتے تو یہ آیت نازل ہوتی اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ یعنی تمہارے بارے میں اور تم پر۔ ربیع بن خثیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ جو اس پر بھروسہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جائے گا جو اس پر ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے گا، جو اسے قرض دے گا اللہ تعالیٰ اسے بدلہ دے گا، جو اس پر اعتماد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نجات عطا فرمائے گا، جو دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا، اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے: وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ (التغابن: 11) وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق: 3) اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (التغابن: 17) وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ (آل عمران) وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ: 186)

وَ الّٰٓیِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓیِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۝

"اور تمہاری (مطلقہ) عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں، اور حاملہ عورتوں کی میعاد ان کے بچے جننے تک ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے تو وہ اس کے کام میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اس کی برائیوں کو اور (روز

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 32-31
2۔ تفسیر طبری، جز 28، صفحہ 157

قیامت) اس کے اجر کو بڑا کر دے گا"۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ

اس میں سات مسائل ہیں:

جن کو حیض کا خون نہیں آتا ان کی عدت

مسئلہ نمبر 1۔ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ جب طلاق اور رجعت کا امر ان عورتوں کے بارے میں واضح فرما دیا جن کو حیض آتا ہے تو انہوں نے حیض والی عورتوں کی عدت کو پہچان لیا اس میں ان عورتوں کی عدت کو بیان کیا جو خون نہیں دیکھتیں۔ ابو عثمان عمر بن سالم نے کہا: جب سورۂ بقرہ میں ان عورتوں کی عدت کا حکم نازل ہوا جن کو طلاق دی گئی اور جن کا خاوند فوت ہو گیا تھا تو حضرت ابی نے عرض کی: یارسول اللہ! کچھ لوگ کہتے ہیں: عورتوں میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں کچھ ذکر نہیں ہوا، وہ چھوٹی عمر کی اور حاملہ عورتیں ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ۔ مقاتل نے کہا: جب اللہ تعالیٰ کے فرمان وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرۃ:228) کا ذکر ہوا تو خلاد بن نعمان نے عرض کی: یارسول اللہ! اس عورت کی عدت کیا ہے جس کو حیض نہیں آتا؟ اس عورت کی عدت کیا ہے جس کا حیض آنا منقطع ہو چکا ہو اور حاملہ کی عدت کیا ہے؟ تو یہ آیت وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ نازل ہوئی یعنی جو عورتیں حیض کے آنے سے مایوس ہو گئیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت معاذ بن جبل نے ایسی بوڑھی عورت کی عدت کے بارے میں پوچھا جو حیض سے مایوس ہو چکی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مجاہد نے کہا: یہ آیت مستحاضہ کے بارے میں وارد ہوئی جو نہیں جانتی کہ یہ حیض کا خون ہے یا بیماری کا خون ہے(1)۔

ارتیاب کا معنی

مسئلہ نمبر 2۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ یعنی تمہیں شک ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمہیں یقین ہو۔ یہ اضداد میں سے ہے۔ وہ (ارتیاب) شک و یقین ہو جس طرح ظن ہوتا ہے۔ طبری کا اختیار ہے کہ معنی یہ ہوا اگر تمہیں شک ہو کہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے کیا حکم ہے(2)۔ زجاج نے کہا: اگر تم اس کے حیض میں شک کرو جبکہ اس کا حیض ختم ہو چکا ہے اور وہ ان عورتوں میں سے ہے جن کو حیض آتا ہے۔ قشیری نے کہا: اس میں غور و فکر کی گنجائش ہے کیونکہ جب ہم شک کریں گے کیا اس کی عمر مایوسی کو پہنچ چکی ہے تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اس کی عدت تین ماہ ہے۔ ایک قول کے مطابق مایوسی کی عمر میں معتبر دنیا میں عورت کی عادت کی سب سے لمبی عدت ہے۔ ایک قول ہے: اس عورت کے خاندان کی عورتوں کا عمومی معمول ہے۔ مجاہد نے کہا: خطاب دعوت نکاح دینے والوں کو ہے یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو کہ مایوس عورت اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت کتنی ہے تو اس کی عدت یہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اگر تمہیں شک ہو کہ یہ خون جو ظاہر ہوا ہے وہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، معروف حیض کا ہے یا استحاضہ کا ہے تو عدت تین ماہ ہوگی۔ عکرمہ اور قتادہ نے کہا: مراد وہ عورت ہے جس کا حیض معین

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1837
2۔ ایضاً

دنوں میں نہیں آتا کبھی مہینے کے شروع میں آتا ہے اور کبھی کئی مہینوں میں ایک دفعہ آتا ہے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ سورت کے اوّل حصہ سے متعلق ہے۔ معنی ہے تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اگر تمہیں عدت کے ختم ہونے میں شک ہو۔ اس بارے میں جو قول کیے گئے ہیں ان میں سے یہ سب سے صحیح ہے۔

شک والی عورت کو کتنا رکنا چاہیے

مسئلہ نمبر 3۔ وہ عورت جس کو شک ہو وہ عقد نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کو شک سے پاک کر لے۔ وہ عورت عدت سے خارج نہ ہوگی مگر اس شک کے ختم ہونے کے بعد ہی خارج ہوگی۔ مرتا بہ عورت کے بارے میں ایک قول یہ کیا گیا ہے: جس کا حیض آنا بند ہو گیا ہو وہ نہیں جانتی کہ وہ خون آنا کب ختم ہوا تھا وہ ایک سال اس وقت سے انتظار کرے گی جس وقت سے اس کے خاوند نے اسے طلاق دی تھی۔ سال میں سے نو ماہ استبراء رحم کے ہوں گے اور تین ماہ عدت کے ہوں گے۔ اگر خاوند نے اسے طلاق دی تو اسے ایک حیض آیا یا دو حیض آنے پر ناامیدی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا تو وہ نو ماہ انتظار کرے گی پھر تین ماہ اس وقت سے انتظار کرے گی جس دن وہ حیض سے پاک ہوئی تھی۔ پھر وہ نکاح کے خواہش مند افراد کے لیے حلال ہو جائے گی۔ امام شافعی نے یہ قول عراق میں کیا۔ اس قول پر قیاس کرتے ہوئے ایسی عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ استبراء رحم کے لیے نو ماہ کے بعد چار ماہ دس دن اور لونڈی نو ماہ کے بعد دو ماہ پانچ دن عدت گزارے گی۔

امام شافعی سے یہ قول بھی مروی ہے: اس کی عدت اقراء ہی ہوں گے یہاں تک کہ سن ایاس کو پہنچ جائے؛ یہ امام نخعی، ثوری اور دوسرے علماء کا قول ہے۔ ابو عبید نے اہل عراق سے اسے حکایت کیا ہے۔ اگر عورت جوان ہو تو یہ چوتھا مسئلہ ہے جس کا ذکر آ رہا ہے۔

جوان عورت کو حیض کا خون نہ آنے کی صورت میں حکم

مسئلہ نمبر 4۔ اس کے بارے میں انتظار کیا جائے گا۔ یہ حاملہ ہے یا حاملہ نہیں اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ اگر حمل ظاہر نہ ہو تو امام مالک نے کہا: وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو جبکہ وہ جوان ہو اس کی عدت ایک سال ہے: یہی قول امام احمد اور اسحاق کا ہے۔ انہوں نے یہ حضرت عمر بن خطاب اور دوسروں سے روایت کیا ہے۔ اہل عراق کی رائے ہے: اس کی عدت تین حیض ہے جبکہ زندگی میں اسے ایک دفعہ خون آیا ہو اگرچہ وہ بیس سال رکی رہے مگر جب وہ بڑھاپے میں اس عمر تک جا پہنچے جس میں وہ حیض سے مایوس ہو جائے تو مایوسی کے وقت کے بعد اس کی عدت تین ماہ ہوگی۔ شعبی نے کہا: یہ امام شافعی کے مذہب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس پر جمہور علماء کا نقطہ نظر ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعود بنی ہیں اور آپ کے اصحاب سے مروی ہے۔ الکیا نے کہا: یہی حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آئسہ کی عدت تین ماہ بنائی ہے جبکہ جس کے بارے میں شک ہو وہ آئسہ نہیں۔

مرض کی وجہ سے حیض نہ آنے کی صورت میں حکم

مسئلہ نمبر 5۔ جس کا حیض مرض کی وجہ سے متاخر ہو گیا ہو تو امام مالک، ابن قاسم اور عبد اللہ بن اصبغ نے کہا: وہ نو ماہ

1۔ تفسیر طبری، جز 28، صفحہ 159

عدت گزارے گی پھر تین ماہ عدت گزارے گی۔ اشہب نے کہا: وہ دودھ پلانے والی کی طرح ہے۔ وہ دودھ چھڑانے کے بعد حیض کی صورت میں یا سال بھر عدت گزارے گی۔ حبان بن منقذ نے اپنی بیوی کو طلاق دی جبکہ وہ دودھ پلا رہی تھی۔ وہ ایک سال تک رکی رہی۔ اسے دودھ پلانے کی وجہ سے حیض نہ آتا، پھر حضرت حبان بیمار ہوئے تو انہیں خوف ہوا کہ وہ اس کی وارث بن جائے گی تو حضرت حبان نے جھگڑا حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کیا جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی شیر خدا اور حضرت زید موجود تھے۔ دونوں نے کہا: ہماری رائے ہے کہ وہ وارث بنے گی کیونکہ وہ حیض سے مایوس نہیں اور نہ ہی بچی ہے۔ حضرت حبان فوت ہو گئے تو ان کی بیوی ان کی وارث بنی اور پھر وفات کی عدت گزاری۔

مرض و دودھ کے علاوہ حیض نہ آنے کی صورت میں حکم

مسئلہ نمبر 6۔ اگر مرض یا دودھ پلانے کے علاوہ کسی اور سبب سے متاخر ہوا وہ ایک سال انتظار کرے گی جس میں حیض نہ ہو، پہلے نو ماہ پھر تین ماہ جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر اسے حمل کا شک نہ ہو تو وہ حلال ہو جائے گی۔ اگر اسے حمل کا شک ہو تو وہ چار سال، پانچ سال یا سات سال انتظار کرے گی جس طرح ہمارے علماء کی مختلف روایات ہیں۔ ان میں سے مشہور پانچ سال ہیں۔ اگر وہ ان کو گزارے تو وہ عورت حلال ہو جائے گی۔ اشہب نے کہا: وہ کبھی بھی حلال نہ ہو گی یہاں تک کہ اس سے شک منقطع ہو جائے (1)۔ ابن عربی نے کہا: یہ قول صحیح ہے کیونکہ جب یہ جائز ہے کہ بچہ پانچ سال تک ماں کے پیٹ میں رہے تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ دس سال یا اس سے زیادہ عرصہ رہے۔ امام مالک سے اسی کی مثل مروی ہے (☆)۔

مستحاضہ کی عدت

مسئلہ نمبر 7۔ وہ عورت جس کا حیض استحاضہ کی وجہ سے مجہول ہو گیا اس کے بارے میں تین قول ہیں۔ ابن مسیب نے کہا: وہ ایک سال عدت گزارے گی؛ یہ لیث کا قول ہے۔ لیث نے کہا: مطلقہ کی عدت اور جس کا خاوند فوت ہو جائے جب وہ مستحاضہ ہو تو اس عورت کی عدت ایک سال ہے۔ یہ ہمارے علماء کا مشہور قول ہے خواہ اسے اپنے استحاضہ کے خون سے حیض کے خون کا علم ہو، اسے امتیاز ہو یا نہ ہو۔ امام مالک کے نزدیک اس کی عدت تمام صورتوں میں ایک سال ہے۔ نو ماہ رحم کو پاک کرنے کے اور تین ماہ عدت کے۔ امام شافعی کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے: اس کی عدت تین ماہ ہے؛ یہ تابعین اور متاخرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔ ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا: مستحاضہ عورت کا خون ختم ہو جاتا ہو، اس کو حیض کے آنے اور اس کے ختم ہونے کا علم ہو تو وہ تین حیض عدت گزارے گی۔ یہ نظر و فکر کے اعتبار سے صحیح ہے اور قیاس و اثر میں سب سے مضبوط ہے۔

وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ مراد چھوٹی عمر کی بیوی ہے۔ ایسی بیویوں کی عدت تین ماہ ہے۔ خبر مضمر ہے کیونکہ انہیں عادۃً حیض نہیں آتا اس لیے ان کی عدت مہینے ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے احکام کو عادات پر جاری کیا ہے (2)، وہ مہینوں کے اعتبار سے عدت گزارے

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1838　　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 1838-1837

☆ احناف کے نزدیک ایک بچہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک رحم میں رہ سکتا ہے جب کہ جدید طب کے ماہرین نو ماہ اور کچھ دن کے قائل ہیں۔

گی۔ جب وہ خون دیکھے ایسے عرصہ میں جس میں عورتیں حیض کا احتمال رکھتی ہیں تو اصل پائے جانے کی وجہ سے عدت حیض کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ جب اصل پایا جائے تو بدل کے لیے کوئی حکم باقی نہیں رہے گا جس طرح عمر رسیدہ عورت کو جب حیض کی صورت میں عدت گزار رہی تھی، پھر اس کا خون ختم ہو گیا تو عدت مہینوں کی طرف لوٹ جائے گی۔ اس پر اجماع ہے۔

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اس میں دو مسئلے ہیں:

مطلقہ حاملہ اور متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت

مسئلہ نمبر 1۔ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ان کی عدت وضع حمل (بچہ کی پیدائش) ہے، اگرچہ یہ حکم مطلقہ میں ظاہر ہے کیونکہ اس کلام کا عطف اسی پر ہے اور کلام اسی طرف راجع ہے تاہم جس کا خاوند فوت ہو جائے اس میں بھی حکم اسی طرح ہے کیونکہ آیت عام ہے اور حضرت سبیعہ کی حدیث بھی اسی کے موافق ہے اس بارے میں گفتگو سورۂ بقرہ آیت 174 میں گزر چکی ہے۔

وضع حمل سے مراد کیا ولد ہے یا جما خون اور لوتھڑا بھی

مسئلہ نمبر 2۔ جب عورت کا وضع حمل ہو جائے وہ جما ہوا خون ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو، وہ عورت حلال ہو جائے گی (یعنی وہ عقد نکاح کر سکتی ہے) امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے کہا: وہ حلال نہیں ہوگی مگر جب وہ رحم سے نکلنے والی چیز ولد ہو(1)۔ اس بارے میں گفتگو سورۂ بقرہ اور سورۂ رعد میں گزر چکی ہے۔ الحمدللہ۔

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۝ ضحاک نے کہا: جو طلاق سنت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا، اللہ تعالیٰ رجوع میں اس کے لیے آسانی پیدا فرما دے گا(2)۔ مقاتل نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے اجتناب میں ڈرتا رہا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی طاعت کی توفیق دے کر معاملہ کو آسان کر دے گا۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یعنی جو احکام ذکر کیے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل کیے ہیں اور تمہارے لیے واضح کیے ہیں۔

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ جو اس کی طاعت بجا لاتا ہے يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وہ ایک نماز سے دوسری نماز اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی غلطیوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۝ اور آخرت میں اس کو عظیم اجر سے نوازے گا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى۝

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1838 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 33

''انہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود سکونت پذیر ہو، اپنی حیثیت کے مطابق انہیں ضرر نہ پہنچاؤ تا کہ تم انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جنیں۔ پھر اگر وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں ان کی اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں) آپس میں مشورہ کر لیا کرو دستور کے مطابق اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی دوسری دودھ پلائے''۔

اس میں چار مسائل ہیں:

عدت کے دوران عورت کی رہائش، نفقہ اور کسوہ کے احکام

مسئلہ نمبر 1۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ اشہب نے امام مالک سے روایت نقل کی ہے: وہ خاوند خود وہاں سے نکل جائے اور اسے اس گھر میں چھوڑ دے (1) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ اگر مرد نے اس کے ساتھ رہنا ہوتا تو یہ ارشاد نہ فرماتا۔ اَسْكِنُوْهُنَّ ابن نافع نے کہا: امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ کے بارے میں کہا: مراد وہ مطلقہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں سے جدا ہو گئیں اب خاوندوں کو ان سے رجوع کا حق نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ حاملہ ہوں۔ انہیں رہائش کا حق ہے، نفقہ اور کسوہ کا حق نہیں کیونکہ وہ اپنے خاوند سے جدا ہو چکی ہے۔ وہ باہم وارث نہیں بنیں گے اور نہ ہی مرد کو اس کے ساتھ رجوع کا حق ہوگا۔ اگر وہ حاملہ ہو تو اسے رہائش، نفقہ اور کسوہ (لباس) کا حق بھی ہوگا یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے۔ وہ عورت جسے طلاق بائنہ نہ ہو، وہ ان مردوں کی بیویاں ہوں گی وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنیں گے (اگر عدت کے دوران کوئی فوت ہو جائے) جب تک وہ عدت میں ہوں گی وہ خاوندوں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جائیں گی۔ مردوں کو ان کو رہائش دینے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ ان کے خاوندوں پر لازم ہے، ساتھ ہی ساتھ نفقہ اور لباس بھی لازم ہوگا، وہ حاملہ ہوں یا حاملہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے رہائش کا حکم ان عورتوں کے بارے میں دیا ہے جو اپنے خاوندوں سے جدا ہو چکی ہیں (یعنی جنہیں طلاق بائنہ ہو چکی ہے) ساتھ ہی ساتھ ان کا نفقہ بھی لازم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورتوں کے لیے رہائش اور نفقہ کا حکم دیا ہے جن کو خاوندوں سے طلاق بائنہ ہو چکی۔ ابن عربی نے کہا: اس کی وضاحت اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سکنی کا ذکر کیا اسے ہر مطلقہ کے لیے مطلق ذکر فرمایا۔ جب نفقہ کا ذکر کیا تو اسے حمل کے ساتھ مقید کیا تو یہ اس امر پر دال ہے کہ وہ عورت جسے طلاق بائنہ حاصل ہے، اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں۔ یہ عظیم مسئلہ ہے۔ ہم نے قرآن و سنت اور حکمت و معنی کے اعتبار سے اختلافی مسائل کے جو اصول بیان کیے ہیں، قرآن حکیم میں سے یہی آیت اس کا ماخذ ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی گئیں ہوں اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے: اس کے لیے رہائش تو ہے، نفقہ نہیں۔ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا نقطہ نظر ہے: اس کے لیے رہائش اور نفقہ دونوں ہیں۔ امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا مذہب ہے: اس کے لیے کوئی نفقہ اور رہائش نہیں۔ وہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1839

حدیث سے استدلال کرتے ہیں (1)۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میرے ساتھ میرے خاوند کا بھائی تھا۔ میں نے کہا: میرے خاوند نے مجھے طلاق دی ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ میرے لیے رہائش اور نفقہ نہیں؟ فرمایا: ''بلکہ تیرے لیے رہائش اور نفقہ ہے''۔ خاوند کے بھائی نے عرض کی: اس کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رہائش اور نفقہ اس پر ہے جس کو رجوع کا حق ہو''۔ جب میں کوفہ آیا تو اسود بن یزید نے مجھے طلب کیا تا کہ مجھ سے اس بارے میں پوچھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد کہا کرتے تھے: ایسی عورت کے لیے رہائش اور نفقہ ہے۔ اسے دار قطنی نے تخریج کیا ہے۔ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں (2)۔ اس کے خاوند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسے طلاق دی تو اسکے خاوند نے اس کی جانب حقیر سا نفقہ بھیجا جب حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس بارے میں آگاہ کروں گی۔ اگر میرے لیے نفقہ ہے تو میں وہ نفقہ لوں گی جو میرے لیے مناسب ہوگا۔ اگر میرے لیے نفقہ نہ ہوا تو میں کچھ بھی نہ لوں گی۔ کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ رہائش ہے'' (3)۔ دار قطنی نے اسے اسود سے نقل کیا ہے۔ کہا: جب حضرت فاطمہ بنت قیس کا قول حضرت عمر تک پہنچا: فرمایا: ہم مسلمانوں میں ایک عورت کے قول کو حتمی شمار نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی عورت کو رہائش اور نفقہ لازم کیا کرتے جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوتیں۔ امام شعبی سے مروی ہے، کہا: مجھے اسود بن یزید ملے۔ فرمایا: اے شعبی! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے رجوع کر لے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے لیے رہائش اور نفقہ کا فیصلہ کیا کرتے تھے (4)۔ میں نے کہا: میں ایسی چیز سے رجوع نہیں کر سکتا جسے حضرت فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ قول کتنا اچھا ہے۔ جبکہ قتادہ اور ابن ابی لیلی نے کہا: طلاق رجعیہ کے سوا کسی کے لیے کوئی رہائش نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا تَدۡرِی لَعَلَّ اللّٰهَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا ○ (الطلاق) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَسۡكِنُوۡهُنَّ یہ بھی ماقبل کلام کی طرف راجع ہے جس میں مطلقہ رجعیہ کا ذکر ہے (5)۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کیونکہ رہائش، نفقہ کے تابع ہوتی ہے اور اس کے قائم مقام ہوتی ہے جب ایسی عورت کے لیے نفقہ واجب ہی نہیں جس کو طلاق بائنہ دی جا چکی ہے تو ایسی عورت کے لیے سکنی واجب نہیں ہوگا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو، اس کے لیے نفقہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ لَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَیِّقُوۡا عَلَیۡهِنَّ (الطلاق:6) نفقہ کو ترک کرنا سب سے بڑھ کر تکلیف دینا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے قول کا جو رد کیا ہے وہ بھی اسی امر کی وضاحت کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے: وہ طلاق کی مدت گزار رہی ہے۔ وہ رہائش کی مستحق ہے۔ اس کے لیے نفقہ ہوگا جس طرح اس عورت کے

1۔ سنن دار قطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 23
2۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، المطلقة البائن لا نفقة لها، جلد 1، صفحہ 484
3۔ سنن دار قطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 23
4۔ ایضاً
5۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1840

لیے ہوتا ہے جس کو طلاق رجعی دی گئی ہو۔ تیسری وجہ یہ ہے: وہ خاوند کے حق کی وجہ سے محبوس ہے۔ وہ نفقہ کی مستحق ہے جس طرح بیوی نفقہ کی مستحق ہوتی ہے۔ امام مالک کی دلیل یہ ہے: وَ اِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ جس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے مطلقہ رجعیہ اور اس کے احکام کا سورت کے شروع سے ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ تک ذکر کیا۔ پھر اس کے بعد ایسے حکم کا ذکر کیا جو تمام قسم کی مطلقہ عورتوں کو عام ہے جیسے مہینوں وغیرہ کا شمار، یہ پھر مطلقہ میں عام ہے۔ اس کے بعد جو احکام ہیں، ہر مطلقہ عورت کی طرف راجع ہیں۔

وجد کا معنی و مفہوم

مسئلہ نمبر 2۔ مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی وسعت کے مطابق یہ جملہ بولا جاتا ہے(1): وجدت فی المال أجِدُو جدا، وَجْدًاو وِجدۃً، وِجْد کا معنی غنا اور قدرت ہے۔ عام قرأت واؤ کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اعرج اور زہری نے واؤ کے فتحہ کے ساتھ قرأت کی ہے۔ یعقوب نے اسے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ تمام اس میں لغات ہیں۔

عورت کو نقصان دینے سے مراد

مسئلہ نمبر 3۔ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ مجاہد نے مسکن مقدر مانا ہے۔ مقاتل نے نفقہ مقدر مانا ہے(2)؛ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ابوضحیٰ سے مروی ہے: اس سے مراد ہے وہ اسے طلاق دے جب عدت میں سے دو دن رہ جائیں تو اس سے رجوع کرے، پھر اسے طلاق دے۔

حاملہ کا نفقہ اور سکنیٰ

مسئلہ نمبر 4۔ وَ اِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اس میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ عورت جو حاملہ ہو اسے تین طلاقیں دی جائیں یا اس سے کم طلاقیں دی جائیں اس کے لیے نفقہ اور رہائش واجب ہے یہاں تک کہ اس کا وضع حمل ہو جائے۔ جہاں تک اس حاملہ کا تعلق ہے جس کا خاوند فوت ہو جائے تو حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین، شریح، امام نخعی، امام شعبی، حماد، ابن ابی لیلیٰ، سفیان اور ضحاک رحمہم اللہ نے کہا: تمام مال میں سے اس پر خرچ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حمل وضع ہو جائے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا نقطہ نظر ہے: وراثت میں سے جو اس کا حصہ بنتا ہے اس میں سے اس پر خرچ کیا جائے گا۔ سورۂ بقرہ میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ میں چار مسائل ہیں:

مطلقہ عورت کا دودھ پلانا

مسئلہ نمبر 1۔ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ مراد مطلقہ عورتیں ہیں۔ اگر مطلقہ عورتوں میں سے کوئی تمہارے بچوں کو دودھ

1۔ معالم التنزیل، جلد 6، صفحہ 404
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 34

پلائے تو آباء پر لازم ہے کہ ان کو دودھ پلانے کی اجرت دیں۔ مرد کو حق حاصل ہے کہ دودھ پلانے پر اپنی بیوی کو اجرت پر رکھے جس طرح وہ اجنبی عورت کو اجرت پر رکھتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جب اولاد اس عورت سے ہو اور جب تک طلاق بائنہ نہ ہو جائے تو اس عورت کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے۔

سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء میں رضاعت کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔ الحمدللہ۔

معروف سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 2۔ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ یہ خاوندوں اور بیویوں کو خطاب ہے یعنی تم میں سے ہر ایک اس بات کو قبول کرے جو دوسرا فرد اچھی بات کرے۔ یہاں عورت کی جانب سے معروف جمیل سے مراد ہے بغیر اجرت کے بچے کو دودھ پلانا اور مرد کی جانب سے جمیل کا مطلب ہے دودھ پلانے پر وافر اجرت دینا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معروف طریقے سے دودھ پلانے کے بارے میں مشورہ کر لیا کرو تا کہ بچے کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد لباس اور بڑی چادر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے والدہ کو بچہ کی وجہ اور والد کو بچے کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے۔

دودھ پلانے کی اجرت میں تعین نہ ہو سکے تو کیا طریقہ ہوگا؟

مسئلہ نمبر 3۔ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ اگر دودھ پلانے کی اجرت کے تعین میں مشکل کا شکار ہو جاؤ، خاوند انکار کر دے کہ ماں کو دودھ پلانے کی اجرت دے اور ماں انکار کر دے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے تو خاوند کو کوئی حق حاصل نہیں کہ اسے مجبور کرے۔ وہ ماں کے علاوہ کسی اور کو اجرت پر رکھ لے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اگر تم باہم تنگی کا شکار ہو جاؤ تو وہ خاوند اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی اور کو معین کر لے۔ یہ امر کے معنی میں خبر ہے۔ ضحاک نے کہا: اگر ماں انکار کر دے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے تو وہ اپنے بچے کے لیے کسی اور کو اجرت پر لے۔ اگر وہ بچہ کو قبول نہ کرے تو اس کی ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ اجرت پر دودھ پلائے۔ بچے کو دودھ پلانا کس پر واجب ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور اس بارے میں تین قول ہیں۔ ہمارے علماء نے کہا: جب تک زوجیت کا رشتہ قائم ہے تو بچے کو دودھ پلانا اس کی ماں پر لازم ہے مگر وہ اپنے شرف اور مقام و مرتبہ کی وجہ سے ایسا نہ کرے تو باپ پر لازم ہے کہ اپنے مال میں سے اس پر خرچ کرے۔ (۲) امام ابوحنیفہ نے کہا: ماں پر کسی حال میں بھی واجب نہیں (1)۔ (۳) ہر حال میں ماں پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ اگر خاوند اس عورت کو طلاق دے دے تو دودھ پلانا اس عورت پر لازم نہیں مگر اس صورت میں کہ بچہ اس کے سوا کسی کا پستان قبول نہ کرے، اس وقت اس عورت پر دودھ پلانا واجب ہو جائے گا (2)۔ اگر اجرت میں اختلاف ہو جائے۔ اگر وہ عورت اجرت مثلی کا مطالبہ کرے اور خاوند صرف تبرع چاہتا ہے تو ماں اجرت مثلی پر دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہوگی، جب باپ کوئی ایسی عورت نہ پائے جو اس کو بطور تبرع (احسان) دودھ پلائے۔ اگر باپ اجرت مثلی پر اس عورت کو رکھنا

1۔ احکام القرآن، جلد 5، صفحہ 1840

2۔ ایضاً

چاہے اور ماں ایسا کرنے سے رک جائے تاکہ زیادہ مال کا مطالبہ کرے تو پھر باپ زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر باپ اجرت دینے سے قاصر ہے تو بچے کو دودھ پلانے کے لیے جبراً پکڑ لیا جائے گا۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

''خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق، اور وہ تنگ کر دیا گیا ہے جس پر اس کا رزق تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے، اور تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اس قدر جتنا اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراوانی دے دے گا''۔

اس میں چار مسائل ہیں:

نفقہ میں وسعت کا خیال رکھنا

مسئلہ نمبر 1۔ لِيُنْفِقْ یعنی خاوند اپنی بیوی اور چھوٹی اولاد پر اپنی وسعت کے مطابق یہاں تک کہ جب اس کے پاس فراوانی ہو تو ان پر وافر خرچ کرے۔ جو آدمی فقیر ہو وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ نفقہ کا اندازہ لگایا جائے گا جیسی خرچ کرنے والے کی حالت ہوگی اور جس قدر اس بیوی اور بچے کی ضرورت ہوگی ان کی زندگی کے معمول کے مطابق قیاس کر لیا جائے گا۔ مفتی بیوی اور بچے کی ضرورت کو ملاحظہ کرے گا، پھر خاوند اور والد کی حالت کو دیکھے گا، اگر اس کی حالت اسے برداشت کرتی ہو تو وہ اسے نافذ کر دے گا۔ اگر خرچ کرنے والے کی حالت جس پر خرچ کیا جانا ہے، اس کی حاجت سے کم ہو تو اسے اسکی برداشت کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ امام شافعی اور اس کے اصحاب نے فرمایا: نفقہ معین ہے اس میں حاکم اور مفتی کے اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس میں صرف خاوند کی حالت کا اعتبار ہے۔ وہ خوشحال ہو یا تنگ دست ہو، عورت کی حالت اور ضرورت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ علماء نے کہا: خلیفہ کی بیٹی کی وہی ضرورت ہے جو چوکیدار کی بیٹی کی ضرورت ہے۔ اگر خاوند خوشحال ہوگا تو اس پر دو مد لازم ہوں گے، اگر وہ درمیانہ ہو تو ایک مد اور اس کا نصف لازم ہوگا، اگر تنگ دست ہو تو صرف ایک مد لازم ہوگا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ۔

اعتبار خاوند کا کیا گیا ہے خوشحالی میں بھی اور تنگ دستی میں بھی عورت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ عورت کی ضرورت کا اعتبار کرنا اس لیے ممکن نہیں کیونکہ حاکم یا کوئی اور اسے نہیں جان سکتا تو یہ چیز خصوصیت کی طرف لے جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک اصل اللہ تعالیٰ کا فرمان: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے: عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (البقرہ: 236) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس سے بڑھ کر کوئی چیز عطا نہیں کرتی کہ غنی اور فقیر کے نفقہ میں فرق کیا جائے اور یہ کہ نفقہ خاوند کی تنگ دستی اور خوشحالی کی بنا پر مختلف ہوگا، یہ تو مسلم ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بیوی کی حالت کا اعتبار نہ کیا جائے اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: 233) یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ معروف ان دونوں سے متعلق ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں۔

یہ معروف میں سے نہیں کہ غنی عورت کی ضرورت، فقیر عورت کے نفقہ جیسی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ہند سے فرمایا تھا: ''تو اتنا لے جو تیرے اور تیری اولاد کے لیے معروف انداز میں کافی ہو'' (1)۔ نفقہ کو کفایہ پر پھیر دیا جبکہ آپ حضرت ابو سفیان کی خوشحالی کو جانتے تھے جو ہند کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر نفقہ لازم ہوتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: تیری ضرورت کا کوئی اعتبار نہیں، تیرے لیے صرف معین شی ثابت ہے بلکہ نفقہ کو پھیر دیا جس مقدار کو آپ اس کی ضرورت میں سے جانتے تھے اسے معین مقدار کے ساتھ معلق نہیں کیا۔ پھر انہوں نے جس تحدید کا ذکر کیا ہے وہ بھی توقیف کی محتاج ہے۔ آیت توقیف کا تقاضا نہیں کرتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نفقہ کی تعین کرنا

مسئلہ نمبر 2۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کے لیے سو درہم معین کیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پچاس درہم معین کیے (2)۔ ابن عربی نے کہا: یہ احتمال موجود ہے کہ یہ اختلاف سالوں کے مختلف ہونے یا خوراک اور لباس کے بھاؤ کے مختلف ہونے کی بنا پر ہو۔ محمد بن ہلال مزنی نے کہا: میرے والد اور میری دادی نے بیان کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میری دادی کو نہ پایا تو آپ نے اپنے گھر والوں سے پوچھا: کیا وجہ ہے میں فلانہ کو نہیں دیکھتا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی نے عرض کی: اے امیر المومنین! ان کے ہاں آج رات بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ نے اس کی طرف پچاس درہم بھیجے اور سنبلانیہ کپڑے بھیجے۔ پھر فرمایا: یہ تیرے بیٹے کا عطیہ ہے اور یہ اس کا لباس ہے۔ جب اس کی عمر ایک سال ہو جائے گی تو ہم اسے ایک سو تک بڑھا دیں گے۔ حضرت علی شیر خدا کی بارگاہ میں ایک لقیط پیش کیا گیا ہے تو آپ نے اس کے لیے ایک سو درہم وظیفہ معین فرما دیا۔ ابن عربی نے کہا: علماء نے جس میں اختلاف کیا وہ یہ ہے کہ یہ وظیفہ دودھ چھڑانے سے پہلے کا ہے (3)۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اسے مستحب جانا ہے کیونکہ یہ آیت کے حکم میں داخل ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اسے واجب قرار دیا ہے کیونکہ حاجت نئی پیدا ہوتی رہتی ہے اور ضروریات پیش آتی رہتی ہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں: جب وہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور جب اس کا دودھ چھڑایا جاتا ہے اس کی ضرورت مختلف ہوتی ہے۔ سفیان بن وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مد ایک ہاتھ میں، ایک قسط ایک ہاتھ میں لیا۔ فرمایا: میں نے ہر مسلمان نفس کے لیے ہر ماہ میں دو مد گندم، دو قسط سرکے اور دو قسط تیل کے مقرر کیے ہیں۔ ایک روای نے اضافہ کیا ہے۔ کہا: ہم نے تمہارے لیے ہر ماہ میں تمہارے عطیات اور رزق جاری کر دیے ہیں جس نے ان میں کمی کی، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہ معاملہ فرمائے گا۔ ایسے آدمی کے حق میں بددعا فرمائی۔

حضرت ابو درداء نے کہا: کتنی ہی اچھی ہدایت والی سنتیں ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امت میں جاری فرمائی ہیں۔ مد اور قسط کھانے اور سالن میں دو شامی کیل ہیں۔ اس میں ہمارے نزدیک اندازہ یہ ہے کہ طعام میں چوتھائی اور ادام دو آٹھویں حصے۔ جہاں تک لباس کا تعلق ہے تو یہ عادت کے مطابق ہے۔ قمیص، پاجامہ، موسم سرما میں جبہ،

1۔ صحیح بخاری، کتاب النفقات، جلد 2، صفحہ 808 2۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1842 3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 1843

بڑی چادر، تہبند اور چٹائی۔ یہ اصل ہے احوال اور عادت کے مطابق اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

نفقہ کا والد پر وجوب

مسئلہ نمبر 3۔ یہ آیت نفقہ کے وجوب میں اصل ہے کہ بچے کے لیے یہ والد کے ذمہ ہے، والدہ کے ذمہ نہیں (1)۔ محمد بن مواز نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: یہ میراث کے مطابق والدین پر ہے۔ ابن عربی نے کہا: شاید محمد مواز نے ارادہ کیا ہے جب باپ نہ ہو تو یہ ماں پر ہوگا۔ بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: ''تیری بیوی تجھے کہتی ہے: مجھ پر خرچہ کرو ورنہ مجھے طلاق دے دے، غلام تجھے کہتا ہے: مجھ پر خرچ کرا ور مجھ سے کام لے اور تیری اولاد تجھے کہتی ہے: تو مجھ پر اس وقت تک خرچ کرتا رہ یہاں تک تو مجھے سپرد کر دے''۔ قرآن و سنت ایک دوسرے کو قوت عطا کرتی ہیں اور ایک ہی طریقہ پر وارد ہیں (2)۔

اللہ تعالیٰ کا بندے کو اس کی حیثیت کے مطابق مکلف بنانا

مسئلہ نمبر 4۔ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا یعنی فقیر کو اس کی مثل مکلف نہیں بناتا جس کی مثل غنی کو مکلف بناتا ہے۔ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠ یعنی تنگی کے بعد غنا اور سختی کے بعد وسعت پیدا فرماتا ہے۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۛؕ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

''کتنی بستیاں تھیں جنہوں نے سرتابی کی اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں (کے فرمان) سے تو ہم نے بڑی سختی سے ان کا محاسبہ کیا اور ہم نے انہیں بھاری سزا دی۔ پس انہوں نے اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام نرا خسارہ تھا۔ تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک سخت عذاب، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اے دانشمندو! جو ایمان لائے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تمہاری طرف ذکر، ایک ایسا رسول جو پڑھ کر سناتا ہے تمہیں اللہ کی روشن آیتیں تاکہ نکال لے جائے انہیں جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اندھیروں سے نور کی طرف، اور جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کو داخل فرمائے گا باغات میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جن میں وہ لوگ تا ابد رہیں گے، بلاشبہ اللہ نے اس (مومن)

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1843
2۔ احکام القرآن لابن العربی

کو بہترین رزق عطا فرمایا"۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ جب احکام کا ذکر کیا تو امر کی مخالفت سے خبردار کیا اور قوم کی سرکشی اور ان پر عذاب کے نزول کا ذکر کیا۔ سورۂ آل عمران میں کاین کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے۔ الحمد للہ۔ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا یعنی انہوں نے نافرمانی کی۔ ذکر قریہ کا کیا مراد اس کے مکین ہیں۔ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا یعنی دنیا میں ہم نے انہیں عذاب دے کر بدلہ دیا۔ وَ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ یعنی آخرت میں بھاری سزا دی۔ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے(1)؛ دنیا میں ہم نے انہیں بھوک، قحط، تلوار، زمین میں دھنسانا، صورتیں مسخ کرنا اور باقی ماندہ مصائب میں مبتلا کیا اور آخرت میں شدید ترین حساب لیا۔ نکرا سے مراد منکر ہے۔ اسے مخفف اور مثقل دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ سورۂ کہف میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا یعنی اپنے کفر کا انجام چکھا۔ وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ یعنی دنیا میں ہلاکت ہوگی اس کے ساتھ جو ہم نے ذکر کیا اور آخرت میں جہنم کے ساتھ ہلاکت ہوگی۔ یہاں ماضی کا لفظ ذکر کیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ (الاعراف:44) اس کی مثل دوسری آیات میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعید میں سے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس سے ضرور ملاقات ہوگی جو ہو کر رہنے والا ہے اسے قد کے ساتھ تعبیر کرنا درست ہے۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اس خسر کو بیان کیا اور وہ آخرت میں عذاب جہنم ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ اے دانشمندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ اولی الالباب سے بدل ہے یا اس کی نعت ہے۔ مراد ہے اے دانشمندو! جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم پر قرآن حکیم نازل کیا ہے یعنی اس سے ڈرو، اس کی طاعت کرو اور اس کی نافرمانیوں سے بچو۔ یہ بحث پہلے سے گزر چکی ہے۔

رَّسُوْلًا زجاج نے کہا: ذکر کا نازل کرنا ارسل کے اضمار پر دلیل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے أنزل إليكم قرآنا وأرسل رسلا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جو ذکر والا ہے۔ رَّسُوْلًا یہ ذکر کی صفت ہے یہاں مضاف محذوف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رسلا یہ ذکر کا معمول ہے کیونکہ ذکر مصدر ہے تقدیر کلام یہ ہوگی قد أنزل إليكم أن ذكر رسولا۔ ذکر سے بدل ہو اس صورت میں رَّسُوْلًا رسالت کے معنی میں ہوگا یا یہ اپنے باب پر ہے تو یہ معنی پر محمول ہوگا۔ گویا فرمایا: قد أظهر الله لكم ذكرا رسولا یہ بدل الشئی من الشئی سے ہوگا۔ یہ بھی جائز ہے کہ رسولا، اغراء کے طریقہ پر منصوب ہو۔ گویا فرمایا: اتبعوا رسولا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں ذکر سے مراد شرف ہے(2) جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (الانبیاء:10) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ (الزخرف:44) پھر اس شرف کو بیان فرمایا، فرمایا: رَّسُوْلًا اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہاں رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ کلبی نے کہا: اس سے مراد جبرئیل امین ہے(3)۔ دونوں نازل کیے گئے ہیں۔ يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ رَّسُوْلًا کی صفت ہے۔ اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مراد قرآن ہے۔ مُبَيِّنٰتٍ عام قراءت یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی

1۔ معالم التنزیل، جلد 6، صفحہ 407
2۔ ایضاً
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 36

اسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔ ابن عامر، حفص، حمزہ اور کسائی نے اسے یاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، جن احکام کے تم محتاج ہوتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے انہیں بیان کرتا ہے۔ پہلی صورت حضرت ابن عباس کی قرأت ہے۔ ابو عبید اور ابو حاتم کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ (آل عمران: 118) لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے موجود تھا مِنَ الظُّلُمٰتِ یعنی کفر سے اِلَى النُّوْرِ نور سے مراد ہدایت اور ایمان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اخراج فعل کی نسبت رسول کی طرف کی کیونکہ ایمان رسول کی طاعت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ نافع اور ابن عامر نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے لیے وسیع رزق بنا دیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمین کو بھی انہی کی مانند، نازل ہوتا رہتا ہے حکم ان کے درمیان تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے''۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت ہے وہ دوبارہ اٹھانے اور محاسبہ کرنے پر قادر ہے۔ آسمانوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں وہ سات ہیں ان میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں۔ اس پر معراج کا واقعہ اور دوسری چیزیں دال ہیں۔ پھر فرمایا: وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یعنی سات زمین (1)۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے اور دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے اور یہی جمہور کا قول ہے (2) کہ زمینیں سات ہیں ان میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں۔ ہر دو زمینوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی مسافت دو آسمانوں کے درمیان ہے اور ہر زمین میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ ضحاک نے کہا: وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یعنی سات زمینیں۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں ان میں کوئی مسافت نہیں لیکن آسمانوں کا معاملہ مختلف ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ترمذی اور نسائی میں ایسی روایات ہیں جو اس قول پر دلالت کرتی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔ ابو نعیم، محمد بن علی بن حبیش سے وہ اسماعیل بن اسحاق سراج التحویل (دوسری سند) ابو محمد بن حیان سے وہ عبد اللہ بن محمد بن ناجیہ وہ سوید بن سعید سے وہ حفص بن میسرہ سے وہ موسیٰ بن عقبہ سے وہ عطا بن ابی مروان سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں (3) کہ کعب نے ان کے سامنے قسم اٹھائی، اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو پھاڑا کہ حضرت صہیب نے اسے حدیث بیان کی کہ حضرت محمد

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 36 2۔ ایضاً 3۔ المستدرک للحاکم، جلد 1، صفحہ 446

ﷺ کوئی بستی نہ دیکھتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے مگر جب دیکھتے تو یہ کہتے: اللّٰھم ربّ السموات ما أظللن وربّ الأرضین السبع وما أقللن وربّ الشیاطین وما أضللن وربّ الریاح وما أذرین إنا نسألك خیر ھذہ القریۃ وخیر أھلھا ونعوذبك من شرّھا وشرّ أھلھا وشرّ ما فیھا۔ اے اللہ! اے آسمانوں اور جن کو یہ سایہ کیے ہوتے ہیں ان کے رب! اور سات زمینوں اور جن کو یہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کے رب! اور اے شیاطین اور جن کو یہ گمراہ کیے ہوئے ہیں ان کے رب! اے ہواؤں اور جن کو یہ بکھیرتی ہیں ان کے رب! ہم تجھ سے اس بستی کی خیر اور ان کے اہل کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس بستی کے شر، ان کے اہل کے شر اور اس میں موجود چیزوں کے شر کی پناہ چاہتے ہیں۔

ابونعیم نے کہا: یہ حدیث ثابت ہے جو موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے اور عطا سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ ابن ابی زناد اور دوسرے علماء نے ان سے یہ روایت کی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سعید بن زید سے مروی ہے(1) کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا فإنه یطوّقه یوم القیامة من سبع أرضین جس نے بالشت بھر زمین ظلماً لی قیامت کے روز سات زمینوں سے اس کے برابر اس کے گلے میں طوق کے طور پر ڈالا جائے گا۔ ماوردی نے کہا: اس تعبیر کی بنا پر کہ یہ سات زمینیں ہیں ان میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں (2)، اہل اسلام کی دعوت اوپر والی زمین کے مکینوں کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری زمینوں پر جو ہیں ان کو دعوت دینا ان پر لازم نہیں اگرچہ ان زمینوں میں ایسی مخلوق بھی ہو جو عقل رکھتی ہو اور ممتاز مخلوق سے اس کا تعلق ہو۔ ان کا آسمان کا مشاہدہ کرنا اور ان سے روشنی حاصل کرنا، اس میں دو قول ہیں۔ (۱) وہ اپنی زمین کی ہر جانب سے آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آسمانوں سے روشنی حاصل کرتے ہیں؛ یہ اس کا قول ہے جس نے زمین کو مبسوط قرار دیا ہے۔ (۲) دوسرا قول ہے: وہ آسمان کا مشاہدہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے روشنی کو پیدا کر دیا ہے جس سے وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں؛ یہ ان کا قول ہے جو زمین کو گول قرار دیتے ہیں۔ آیت میں تیسرا قول بھی ہے: کلبی نے جسے ابو صالح سے وہ اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سات زمینیں ہیں جو پھیلی ہوئی ہیں، وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں، ان کے درمیان سمندر حائل ہیں۔ آسمان ان سب پر سایہ فگن ہے۔ اس تعبیر کی بنا پر اگر ایک زمین کے لوگ دوسری زمین تک نہ پہنچ سکیں تو اسلام کی دعوت اسی زمین کے لوگوں کے لیے خاص ہوگی۔ اگر اس زمین کے لوگ دوسری زمین کے لوگوں تک پہنچ سکیں تو یہ احتمال ہے کہ جہاں تک پہنچنا ممکن ہے ان تک اسلام کی دعوت پہنچانا لازم ہے کیونکہ سمندروں کا حائل ہونا جب انہیں پانا ممکن ہے تو دعوت کے لزوم سے کوئی چیز مانع نہیں جس کا حکم عام ہے۔ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت لازم نہ ہو کیونکہ اگر یہ دعوت لازم ہوتی تو اس کے بارے میں کوئی نص بھی وارد ہوتی اور نبی کریم ﷺ کو اس کے بارے میں حکم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے علم کو اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہے وہ اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے اور مخلوق پر جو مشتبہ ہو چکا ہے اس میں جو درست ہے اسے بھی وہی بہتر جانتا ہے۔ پھر فرمایا: یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ مجاہد نے کہا: امر

1۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، جلد 2، صفحہ 33 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 36

سات آسمانوں سے سات زمینوں کی طرف نازل ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: دو آسمانوں کے درمیان زمین اور امر ہے (1)۔ یہاں امر سے مراد وحی ہے؛ یہ مقاتل اور دوسرے علماء کا قول ہے۔ تو بَيْنَهُنَّ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سب سے بالا زمین جو ادنیٰ ہے اور ساتویں آسمان جو سب سے بلند ہے، کے درمیان امر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ بعض کی زندگی اور بعض کی موت، ایک قوم کی غنا اور ایک قوم کے فقر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے وہ ان میں عجیب و غریب تدبیر فرماتا ہے، بارش نازل فرماتا ہے، نباتات کو نکالتا ہے، رات اور دن کو لاتا ہے، موسم گرما اور سرما کو لاتا ہے اور حیوانات کو مختلف انواع وہیئتوں میں پیدا کرتا ہے، انہیں ایک حال سے دوسرے حال میں پھیرتا ہے۔ ابن کیسان نے کہا: یہ لغت کا میدان اور اس کی وسعت ہے جس طرح موت کو کہا جاتا ہے: امر اللہ، اسی طرح ہوا، بادل وغیرہ کو بھی لفظ امر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ جو اس ملک عظیم کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ چیزیں جو ان کے درمیان ہیں، ان پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے (2)۔ عفو وانتقام پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ عِلْمًا مفعول مطلق ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے کیونکہ اَحَاطَ علم کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تقدیر کلام یہ ہے وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ احاطة علما۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 172 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 37